بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شریعت اسلامیہ اور نفاذِ حدود

پروفیسر ڈاکٹر فرید الدین گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسماعیل خاں

جرم و سزا کے باہمی تعلق پر آج کل دنیا میں بڑا زور دیا جاتا ہے اور اسلامی سزاؤں کو بے رحمانہ اور ظالمانہ کہا جاتا ہے لیکن اسلام نے جرم و سزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام نے پیش نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی جو حکمت بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کی ہوئی سزا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔

یہ انسان کی حد درجہ نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کی ہوئی سزاؤں کو اپنے پیدا کرنے والے اور معبود برحق کی تجویز کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ اللہ پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام و حدود جاری کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک دو یا اس میں کوتاہی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم مجموعہ عالم کے حق میں حکمت اور رحمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اس کے احکام و حدود کے اجراء میں کوتاہی کرو گے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہوگی[۱]۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا۔ نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا اور مسلم معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ دو چار بار ان کا ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے اور پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرتناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری

زندگی معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامان عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرأت کریں۔[2]

حَد کا مفہوم

حَد کی جمع حدود ہے قرآنی اصطلاح میں حدود اللہ ان چیزوں کا نام ہے جن کا حلال و حرام ہونا واضح ہو۔[3] قرآن پاک میں ہے۔

تلك حدود الله فلا تقربوها [4]

یہ احکام اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں سو ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔

لغت میں حد دو چیزوں کے درمیان فصل کرنے والی چیز کو کہتے ہیں[5] یا کسی چیز کے منتہا کو بھی حد کہتے ہیں۔[6] فتاویٰ عالمگیری میں حد کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ شریعت میں حد ایسی عقوبت مقدرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے واسطے ہو پس قصاص کو حد نہیں کہیں گے کہ وہ حق العبد ہے اور تعزیر کو حد نہیں کہیں گے اس واسطے کہ وہ مقدر نہیں ہے۔ بہر حال حَد کے معنی دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنے کے ہیں یا ایک دوسرے سے تجاوز نہ کرنے کے ہیں۔ اوامر و نواہی کی پرواہ نہ کرنا اور حدود اللہ سے آگے بڑھ جانے کو قرآن کریم کی نگاہ میں معصیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بقول امام راغب حَد دو چیزوں کے درمیان اس حاجز اور مانع کو کہا جاتا ہے جو حاجز اور مانع ان چیزوں کے درمیان اختلاط سے روکتا ہو۔ چنانچہ حد الزنا والخمر کے حد کو اس لئے حَد کہا جاتا ہے کہ وہ حَد مرتکب زنا و خمر کو معاودہ سے روکتی ہے۔[7] لفظ حد کے اصل معنی ممنوع یا حائل اگر پیش نظر ہوں تو واضح ہو گا کہ شرعی سزاؤں کو حدود اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سزائیں بندوں کو گناہوں میں مبتلاء ہونے سے روکتی ہیں اور ان کا خوف انسان اور جرم کے درمیان حائل رہتا ہے۔[8] حدود اللہ کے معنی میں بھی منقول ہیں جیسے تلك حدود الله فلا تقربوها۔ اسی طرح مقادیر شرعی یعنی تین طلاقوں کا مقررہ ہونا وغیرہ کے معنی میں بھی منقول ہیں۔[9] شریعت میں حد ایک ایسی سزا ہے جو خالص حق الٰہی کے واسطے مقدر کر دی گئی ہے حتیٰ کہ قصاص کو حد نہیں کہتے کیونکہ وہ بندہ کا حق ہے چنانچہ ولی کو قصاص معاف کر کے دیت لینے کا اختیار ہے اور تعزیر کو بھی حَد نہیں کہتے کیونکہ وہ مقدر نہیں کیونکہ تعزیر کا کوئی اندازہ ایسا نہیں ہے کہ کم و بیش نہ ہو سکے۔ اور حد مشروع کرنے کا مقصد اصلی یہ ہے کہ جس بات سے بندوں کو ضرر پہنچتا ہو اس کے کرنے والے کو زجر کیا جائے اور گناہ سے

پاک ہونا اس کا مقصد اصلی نہیں ہے اس دلیل سے کہ حد تو کافر کے حق میں بھی مشروع ہے، حالانکہ کافر کبھی گناہ سے پاک نہ ہوگا۔[۹] حد کی وضاحتی تعریف جو وفاقی پاکستان کے ایک عدالتی فیصلے بنام حضور بخش پی، ایل، ڈی ۱۹۸۳ء فیڈرل شریعت کورٹ میں کی گئی ہے اسی عدالتی فیصلے میں جناب جسٹس پیر کرم شاہ لکھتے ہیں کہ مسٹر جسٹس صلاح الدین احمد سابق چیئرمین وفاقی شرعی عدالت نے اپنے ایک فیصلے میں لکھا ہے کہ فقہاء کے نزدیک حد کی تعریف میں بھی اختلاف ہے بعض نے قصاص کو حد میں شمار نہیں کیا جیسے شمس الائمہ السرخی۔ علامہ شوکانی وغیرہ ردالمختار میں قصاص کو حدود میں شمار کیا گیا ہے جب میں نے ردالمحتار کی طرف رجوع کیا تو اس میں صاف لکھا ہوا تھا۔

"الحد لغة المنع وشرعاً عقوبة مقدرة وجبت حق الله تعالیٰ زجراً فلا تعزیر حد لعدم تقدیر ولا قصاص حد لانه حق المولیٰ"۔

"لغت میں حد منع کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار معین ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو ان جرائم سے باز رکھیں تعزیر بھی حد نہیں کیونکہ اس کی مقدار نہیں اور قصاص بھی حد نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے"۔[۱۱]

چنانچہ حد شرعاً اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ یا اس کے رسول کی جانب سے مقرر ہو۔ اسلامی حدود آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسے حد رجم ۔[۱۲] نیز جن جرائم پر اللہ اور اس کے رسول نے بطور حق اللہ ایک سزا متعین کر دی ہو وہ جرائم بھی حدود ہیں اور اُن کی سزائیں بھی حدود ہیں یعنی ان جرائم کو حدود کہا جاتا ہے اور اُن کی سزاؤں کو بھی حدود کہتے ہیں اور اکثر اس جرم کی طرف حد کی اضافت بھی کر دیتے ہیں۔ جیسے حد السرقہ۔ حد الزنا وغیرہ پھر سزائے حد کے حق اللہ ہونے کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سزا نہ تو معاف ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کمی بیشی یا ردو بدل کیا جا سکتا ہے اور اسی وجہ سے قصاص وغیرہ حدود سے خارج ہے کہ اُسے مجنی علیہ یا اس کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں۔[۱۳] چنانچہ فقہاء نے پوری وضاحت کر دی ہے کہ تعزیر بھی حد میں شامل نہیں اور قصاص کو بھی حد نہیں کہا جاتا اس لئے کہ وہ حق العباد ہے۔[۱۴] شیعہ مسلک کے مطابق شرائع الاسلام میں یہی تعریف درج کی گئی ہے۔ "كل ماله عقوبة مقدرة يسمى حداً وماليس كذالك يسمى تعزيراً"۔[۱۵] ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں اکثر فقہاء اسلام کا یہی نظریہ ہے کہ وہ ہر قسم کے تمام

حقوق پر شرعاً مقرر ہو جانے والی عقوبات پر حد کا لفظ استعمال کرتے ہیں فقہاء حنفیہ میں سے علامہ کمال الدین بن ہمام کی یہی رائے ہے لیکن جمہور فقہاء احناف اور ان کے ماسواء دیگر علماء اسلام حد کا اطلاق صرف اس عقوبت پر کرتے ہیں جو یا تو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہو یا اللہ تعالیٰ کا حق اس پر غالب ہو اسی لئے وہ حد کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ "ھوالعقوبۃ المقدرۃ حقاً للہ تعالیٰ" یعنی حد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق فوت ہونے کی بناء پر دی جائے اس لئے جمہور فقہاء قصاص پر حد کا لفظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ ان معاملات میں حق العبد کا غلام ہوتا ہے۔[۱۴]

اقسام حدود

فقہاء اسلام نے بالعموم جرائم حدود کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) حد زنا (۲) حد قذف (۳) حد سرقہ (۴) حد قطع الطریق (۵) حد شرب خمر

ایک دوسری رائے یہ ہے کہ جرائم حدود چھ ہیں۔ مذکورہ بالا جرائم کے علاوہ ارتداد بھی حدود میں شامل ہے۔ یہ رائے ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمن کی ہے[۱۵] ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ جرائم حدود سات ہیں مذکورہ بالا جرائم ستہ کے علاوہ بغاوت بھی اس میں شامل ہے۔ یہ رائے علامہ فرید وجدی نے دائرۃ المعارف القرن العشرین میں ظاہر کی ہے[۱۶] حافظ ابن حجر عسقلانی نے سترہ جرائم کو قابل حد شمار کیا ہے اور گیارہ جرائم کے متعلق اتفاق ظاہر کیا ہے۔ مذکورہ بالا جرائم سبعہ کے علاوہ ترک صلوٰۃ، ترک صوم۔ سحر۔ وطی بہائم کو بھی حدود میں شمار کیا ہے[۱۹]

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے اپنی تالیف التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ میں صرف سات جرائم کو قابل حد قرار دیا ہے[۲۵]

لیکن جن جرائم کے حدود ہونے پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے وہ سب قرآن پاک سے ثابت ہیں۔
(۱) حکم زنا کا ثبوت سورۃ النور آیت نمبر ۲ میں ہے۔ (۲) حکم قذف سورۃ النور آیت نمبر ۴ میں ہے۔ (۳) حکم حرابہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۳-۳۴ میں ہے۔ (۴) حکم سرقہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔ (۵) حکم شرب خمر سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹ میں ہے۔ (۶) حکم بغاوت سورۃ الحجرات آیت نمبر ۹ میں ہے۔ (۷) حکم ارتداد سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں ہے۔

شرح السنہ میں ہے" کہ لواطت کرنے والے کی حد کے متعلق اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک جو شافعیؒ کا ظاہری قول بھی ہے، یہ کہ فاعل پر حد زنا جاری ہوگی۔ بقول امام شافعیؒ مفعول

پر جلدۃ مائتہ و نفی عام چاہے مفعول بہ مرد ہو یا عورت، محصن ہو یا غیر محصن۔ کیونکہ بصورت لواطت جو تمکین فی الدبر ہوتی ہے اس نے اس کو محصن نہیں بنایا۔ فلا یلزم حد المحصنات پھر شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل اور مفعول بہ کو قتل کیا جاویگا کما فی حدیث عِکرمۃ فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لواطت کرنے والے کو رجم کیا جاویگا۔ لوطی محصن ہو یا غیر محصن کما فی روایۃ فارجموا الاعلیٰ والاسفل۔

امام اعظم کے نزدیک، لواطت پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں ہاں امام المسلمین جس قسم اور جس قدر مصلحت سمجھے بطور تعزیر جاری کر سکتا ہے۔ اور کمال پاشاہ نے شرح جامع الصغیر سے نقل کیا ہے اگر لواطت کا عادی ہو جائے تو امام المسلمین اگر چاہے تو قتل بھی کر سکتا ہے۔ وان شاء ضربہ و حبسہ۔ لاختلاف الصحابۃ فی موجبہ من الاحراق بالنار۔ وھدم الجدار والتنکیس عن مکان مرتفع باتباع الحجار وغیر ذالک کما فی الھدایۃ دراصل بات یہ ہے کہ لواطت کا معاملہ انسانی بلکہ حیوانی طبیعت کے خلاف قانون معاملہ ہے اس پر قانونی حد کیسے جاری ہوگی۔ فلذالک قال ابوحنیفۃؒ لاحدّ فیھا۔ فقہاء مذکور نے قتل ورجم کے متعلق جو حدیث بیان کی ہے وہ سب مجرد تہدید پر محمول ہے[۲۱]

حدود میں سزا کا تعین اور مصلحت خداوندی

حد زنا جو سزائیں قرآن پاک میں متعین کر دی گئی ہیں۔ زنا کی سزا ان تمام جرائم کی سزا سے اشد اور زیادہ ہے۔ زنا خود ایک بڑا جرم ہونے کے علاوہ پوری انسانیت کے لئے تباہی کا باعث ہے نیز بہت سے جرائم کا مجموعہ ہے۔ خاندانی سلسلے کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ نسل ضائع چلی جاتی ہے۔ کوئی شخص کسی بچے کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ پرورش گاہوں میں پرورش ہونے کی بناء پر بچے یہ نہیں سمجھ سکتے ان کے ماں باپ کون ہیں۔

نیز اس گھناؤنے جرم کے بعد عورت چونکہ اپنی عصمت اور عفت سے محروم ہو جاتی ہے جس سے قبیلہ اور خاندان کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر زنا عام ہو جائے تو وہاں کسی قسم

کا نسب محفوظ نہیں رہتا۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے تمام جرائم میں فحش تر جرم زنا کا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کی سزا بھی انتہائی مقرر فرمائی۔

ارشاد ربانی ہے

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة [۲۲]

یہ سزا تو غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے مقرر ہوئی۔

شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کے مرتکب ہوتے ہیں تو اسلام نے رجم کی سزا مقرر کی۔ یہ سزا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین کے تعامل اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

حضرت عمرؓ نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا فرجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمناہ بعدہ۔[۲۳]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانیوں کو رجم فرمایا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔

حضرت ماعز اسلمیؓ اور غامدیہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے رجم کیا گیا۔[۲۴]

وعلى هذا اجماع الصحابة [۲۵]

حد قذف

قذف یہ ہے بغیر شرعی ثبوت کے کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام یا تہمت لگائے تو اس تہمت لگانے کو شدید جرم قرار دیا گیا۔ اور اس جرم پر حد شرعی اسّی کوڑے مقرر کی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ کوئی شخص صرف اس وقت زنا کا الزام لگائے گا جب وہ اس فعل خبیث کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے صرف ایک آدمی سے شہادت پوری نہ ہوگی یہاں تک کہ چار اشخاص اس قسم کی کامل گواہی دے دیں۔ نصاب شہادت کی کمی کی صورت میں الزام لگانے والے حد قذف کے مستوجب قرار پائیں گے۔ چونکہ شریعت اسلامی نے زنا کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس سے محصن انسان کی عزت، عصمت اور عفت کو بٹہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [۲۶]

حد سرقہ انہی قوانین میں سے ایک قطع ید کا قانون بھی ہے چور چونکہ معاشرہ کی فضا درہم برہم کرنا چاہتا ہے بلکہ اس چوری کے جُرم میں چور قتل کرنے کی واردات کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو اپنے ساتھ قتل کے جرم کو سمیٹے ہوئے ہے چور ہمیشہ مسلح رہتا ہے۔ درندہ صفت انسان اپنے اس خبیث حصول مقصد کے لئے سب کچھ کر گذرتا ہے جس سے پورے معاشرہ کا امن مال وجان کی حفاظت سے اطمینان جاتا رہتا ہے۔ ان خطرناک اثرات ونتائج کے پیشِ نظر اسلام نے سخت ترین سزا کا حکم نافذ فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ ۲۷

حرابہ چوری کی طرح رہزنی بھی قابل حد جرم ہے اور معاشرہ کا امن تہہ و بالا ہو جاتا ہے سرکشی مال کا لوٹ لینا یا علی الاعلان چوری کر لینا یہ انتہائی جرائم ہیں جس سے پوری سلطنت کا نظم ونسق تباہ ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام سزاؤں کے مقابلہ میں اس کی سزا بھی انتہائی شدید مقرر فرمائی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں ایسے لوگوں کی بس یہی سزا ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان میں سے ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا شہر بدر کر دیئے جائیں۔ یہ سزا ان کے لئے دُنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے ۲۸

جمہور فقہاء کے نزدیک یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور رہزنی کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ۲۹

حدّ شرب خمر خمر چونکہ ساتر للعقل ہے۔ انسان کی انسانیت چونکہ عقل پر موقوف ہے خمر انسان کو انسانیت ہی سے نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر بنا کر دیوانے کتا کی طرح بنا دیتا ہے۔ اس لئے کتاب وسُنّت واجماع سے خمر کی حرمت قطعیت ثابت ہے۔ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام ومن شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فاجلدوہ؛

ارشادِ نبوی صلعم ہے کہ جو شراب پئے اس کو دُرے مارو پھر اگر دوبارہ پئے پھر دُرے مارو۔ نیز عین الصدریہ میں مزید وضاحت ہے پھر اگر تیسری بار پئے پھر دُرے مارو۔ پھر اگر چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کر دو۔ رواہ ابن حبان والحاکم والشافعی والدارمی وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ پس چوتھی بار پر قتل کرنا اس امر پر محمول ہے کہ وہ اس کی حرمت کا قائل نہ ہو بلکہ حلال سمجھے چنانچہ ابن حبان کی روایت میں مصرّح ہے اور حضرت معاویہؓ سے مرفوع روایت ہے لیکن ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حد ماری اور قتل نہیں فرمایا تو چنانچہ علماء سلف وخلف نے اتفاق کیا کہ چوتھی بار شراب پینے میں قتل نہ کیا جائے۔[۲۹]

درحقیقت حد خمر اور حد نشہ آزاد آدمی کے واسطے اسّی درے ہیں کیونکہ اسی پر صحابہ کرام نے اجماع کیا ہے۔

شریعت میں نفاذ حد کی شرائط

۱۔ ثبوت شہادت میں احتیاط

اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا سخت ہے اس کے ثبوت کے لئے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں اور ان سزاؤں کے اجراء میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم ہے۔ چونکہ زنا کی سزا اسلام میں انتہائی سخت ہے چنانچہ ثبوت زنا کے لئے سخت ترین شرط عائد کر دی گئی ہے۔ صرف معمولی سا شبہہ پیدا ہو جانے کی بناء پر حد ساقط ہو جاتی ہے صرف تعزیری سزا بقدر جرم باقی رہ جاتی ہے۔ عام معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثبوت کے لئے کافی ہے لیکن حد زنا کے لئے چار مرد گواہوں کی عینی شہادت جس میں کوئی التباس نہ ہو ضروری شرط ہے۔

اگر شہادت زنا کی کوئی شرط مفقود ہونے کی بناء پر شہادت رد کی گئی ہو تو پھر شہادت دینے والوں کی خیر نہیں ان پر قذف یعنی زنا کی جھوٹی تہمت کا جرم قائم ہو کر حد قذف اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔[۳۱]

۲۔ صحیح العقل ہونا ضروری ہے

اجراء حد کے لئے ضروری ہے جس پر حد واقع ہو رہی ہے وہ صاحب عقل ہو۔ دیوانہ مجنون اور پاگل نہ ہو۔ حصول

عبرت کے لئے عقل واحساس اور ادراک ہونا شرط ہے جیسے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ماعز سلمیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو آپؐ نے اس سے رُخ مبارک پھیر لیا۔ وہ اعتراف کرتا رہا۔ آپؐ رُخ انور پھیرتے رہے یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہ پر چار مرتبہ شہادت دی۔ تب آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تو پاگل ہے اس نے عرض کیا نہیں پھر آپؐ نے فرمایا تو شادی شدہ ہے اس نے کہا ہاں۔ تب آپؐ نے رجم کرنے کا حکم دیا۔[۳۲] تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا جس پر حد جاری ہو وہ صحیح العقل ہو جیسے آپؐ نے حد جاری کرنے سے پہلے تحقیق فرمالی۔

۳۔ تندرست اور سلیم البدن ہونا ضروری ہے

جس پر حد جاری ہو اسے صحت مند ہونا ضروری ہے بیمار اور کمزور پر حد جاری نہ کی جائے بلکہ اسے مہلت دی جائے کہ وہ تندرست اور قوی البدن ہو جائے اور حد کے برداشت کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ حضرت سعد بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ ایک ایسے شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائے جو ناقص الخلقت اور بیمار شخص تھا، ایسا بیمار تھا کہ اچھے ہونے کی اُمید نہ تھی اس شخص کو اہلِ محلہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے بارے میں حکم فرمایا کہ کھجور کی ایک ایسی ٹہنی لو جس میں سو چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں ہوں۔ پھر اس ٹہنی سے اس شخص کو ایک دفعہ مارو۔[۳۳]

بقول قاضی عیاض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین کے لئے مناسب ہے کہ جس پر تازیانہ لگایا جائے گا اس کا لحاظ کرے اور اس کی حیات پر محافظت کرے کیونکہ جلدؔ میں تو قتل کرنا نہیں ہے پھر قاضی نے کہا کہ حمل کی صورت میں تو اقامت حد کے اندر تاخیر کی جاوے گی لیکن دوسرے امراض کے اندر تاخیر نہیں ہے جیسے کہ حدیث بالا بحالت مرض (چونکہ تندرست ہونے کی اُمید نہ تھی) کے اندر حضور علیہ السلام نے حد جاری فرمادی۔ امام اعظمؒ کے نزدیک مریض کے تندرست ہونے تک حد کو مؤخر کیا جاوے گا۔[۳۴]

اسی طرح آپؐ ایک غامدیہ عورت کو اعتراف جرم پر لوٹاتے رہے یہاں تک کہ وہ تیسری بار حاضر ہوئی تو ارشاد فرمایا جب بچے کی ولادت ہو جائے تو آنا۔ ولادت کے بعد نومولود

بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا جب یہ بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جائے تو لے کر آنا۔ دودھ پلانے کی مدت گزارنے کے بعد پھر بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو تب آپؐ نے رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ [۳۵]

حضرت علیؓ کی ایک حدیث میں ایک لونڈی نے زنا کا ارتکاب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ حال ہی میں اس کی ولادت ہوئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسے پچاس کوڑے مارتا ہوں تو وہ مر جائے گی۔ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا کہ اس حالت میں اس پر حد جاری نہ کی۔ [۳۶]

تو ان احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مریض کو اس کے اچھا ہونے تک مہلت دینی چاہیئے ابن ہمام فرماتے ہیں اگر کوئی مریض زنا کا مرتکب ہوا اور شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اس کو رجم کا سزاوار گردانا جاچکا ہو تو اس کو اسی مرض کی حالت میں رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اسے اگر کوڑے مارے جانے کا سزاوار گردانا جاچکا ہو تو پھر اس کو اس وقت تک کوڑے نہ مارے جائیں جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے۔ ہاں اگر وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے اچھا ہونے کی امید نہ ہو جیسے دق۔ سل وغیرہ یا وہ ناقص الخلقت ہو تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سزا پوری کرنے کے لئے اس کو کھجور کی ایک ایسی بڑی شاخ سے مارا جائے جس میں چھوٹی چھوٹی سوٹہنیاں ہوں وہ شاخ اس کو ایک اسی طرح ماری جائے کہ اس کو اس کی ایک ایک ٹہنی اس کے بدن پر لگ جائے۔ [۳۷] غامدیہ عورت کے بارے جو رجم کی سزا گردانی جاچکی تھی تو اسے جو مہلت دی گئی تو وہ اس لئے کہ وہ حاملہ ہوچکی تھی تو حاملہ کو بچے کی پیدائش کے بعد حد جاری کی جائے گی۔ تو اس میں بچہ کی ولادت کو مدِنظر رکھا گیا ہے۔ اگر بچے کی پرورش کا کوئی معقول انتظام نہیں تو رضاعت کی مدت تک مزید دو سال کی مہلت دی جائے گی۔

اجرائے حد میں شک کا فائدہ

شک و شبہ کی حالت میں حد کا اجراء نہیں ہوسکتا مثلاً یہ ممکن ہے کہ یہ شک و شبہ

شرعی احکام کو مقدمہ کے خاص حالات سے متعلق کرنے یا شہادت کی نوعیت یا ملزم کی دماغی حالت یعنی اس کے احکام شریعت یا واقعات کے علم یا بروقت ارتکاب جرم منسوبہ اس کے ارادہ کی نسبت پیدا ہو۔ اگر کسی مسلّم حکم کے مقابلہ میں جو کہ کسی خاص فعل کو قابلِ اجرائی حدود قرار دیتا ہو۔ کوئی ظاہری اور ضعیف حکم بھی پایا جائے تو وہ بطور شبہہ متصوّر ہو کر مانع اجراء حد قرار پائے گا۔ اگرچہ خود ملزم کو اس بارہ میں کوئی شبہہ نہ رہا ہو۔ اس کا نام شبہۃ المحل ہے۔ اگر ملزم کو احکام شریعت میں ایسی صورت میں بھی غلط فہمی واقع ہوئی جس میں ایسی غلط فہمی کی کوئی کافی وجہ نہ تھی اور اس نے حقیقی طور سے یہ باور کیا کہ جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ جرم نہ تھا تب بھی اس پر حد جاری نہ کی جائے گی اس کو شبہۃ الفعل کہتے ہیں۔ بعض خصومات مثلاً مقدمات زنا میں بعض فقہاء نے اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جس نے یہ عمل ہوتے ہوئے دیکھا اطلاع یا شہادت نہ دینے کی صلاح دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی شہادت اگر وہ گواہی دینا چاہے بشرطیکہ وہ عادل ہو قابلِ قبول ہو گی۔ یہ امر قابلِ بیان ہے کہ اس جرم کے متعلق شریعت کی مصلحت یہ ہے کہ سزا اُنہی مجرموں کو ملنی چاہیئے جو تہذیب عام کی خلاف ورزی کر کے اور اپنے معاصی کا عام طور سے اظہار کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے چار ایسے مردوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اوّل تو ایسے چار آدمیوں کا ملنا ہی مشکل ہے اگر وہ مل جائیں تو قاضی کو ہدایت ہے کہ وہ ان کی شہادت بنظر تعمق جانچ کرے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کو کوئی دھوکہ تو نہیں ہوا۔ اور ان کو اپنی شہادت سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ مزید براں اگر گواہوں نے فوراً حاضر ہو کر گواہی دینے میں تعویق کی تو یہی واقعہ شبہہ پیدا کرنے کے لئے کافی قرار دیا گیا ہے۔ ۳۸

ابن حزم وغیرہ اہلِ ظاہر گو شبہات کی وجہ سے اسقاط حد کے منکر ہیں لیکن احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور اتفاق فقہاء سے سقوط حد ثابت ہے اس لئے ان کا انکار قابل التفات نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ ادرأالحدود ما استطعتم۔ ۳۹ حدود کو ٹالو جہاں تک ہو سکے۔ علامہ ابن رشد نے فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے وحجۃ الجماعۃ قوله علیه السلام ادرءُوا الحدود بالشبہات۔ ۴۰ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اگر میں شبہات کی وجہ سے حدود کو معطل کر دوں تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ان کو شبہات کے

ہوتے ہوئے قائم کروں۔ حضرت معاذ ابن مسعودؓ اور عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ جب تجھے حد میں شبہ پڑ جائے تو اس کو ٹال دے۔ [۴۱]

شبہہ اس کو کہتے ہیں جو شئ ثابت کے مشابہ ہو اور نفس الامر میں ثابت نہ ہو۔ بالفاظ دیگر شبہہ امر غیر واقعی کو کہتے ہیں۔ جو امر واقعی سے مشابہت رکھتا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شبہہ فی المحل دوسرا شبہہ فی الفعل۔

شبہہ فی المحل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی گئی ہو اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں محل میں شبہہ رقبہ یا شبہہ ملک وطی ہو۔ یعنی جس عورت سے وطی کی ہے اس میں حلال ہونے کا شبہہ ہو۔ اس کی چند صورتیں ہیں (۱) اپنے لڑکے یا پوتے کی باندی سے وطی کرنا۔ وجہ شبہہ یہ حدیث ہے انت ومالك لابيك۔ [۴۲] اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کا مال باپ کا مال ہے۔ پس لڑکے اور پوتے کی باندی سے وطی کرنا گویا حلت کا شبہہ پیدا ہو گیا گو بنظر ادلہ شرعیہ واقع میں اس کی حلت ثابت نہیں۔

(۲) دوسری صورت معتدہ کنایات کے ساتھ وطی کرنا۔

وجہ شبہہ صحابہ کرام کا اختلاف ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا طلاق بائنہ۔ بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ تین طلاق واقع ہوتی ہیں تو اس سلسلہ میں گو مختار یہی ہے کہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ تاہم حلت وطی کا شبہہ پیدا ہو گیا۔

(۳) تیسری صورت فروخت کردہ باندی کے ساتھ قبل از تسلیم بائع کا وطی کرنا۔

وجہ شبہہ یہ ہے کہ بائع کا جو قبضہ وطی کرتے پر مسلط تھا وہ اب بھی باقی ہے تو یہ شبہہ فی المحل ہے۔

(۴) چوتھی صورت شوہر کا اپنی باندی کے ساتھ وطی کرنا جس کو اپنی بیوی کے مہر میں مقرر کیا ہے۔ اور ابھی وہ باندی زوجہ کے قبضہ میں نہیں گئی۔

(۵) پانچویں صورت شریکین میں سے ایک کا مشترک باندی کے ساتھ نکاح کرنا والشبهة لقيام الملك في النصف۔ چنانچہ اسی طرح اور بہت سی صورتیں کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم

ہو سکتی ہیں۔ بہر کیف شبہہ محل کی صورتوں میں حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو کیونکہ شبہہ محل میں اسقاطِ حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ کہ زانی کے اعتقاد پر۔

دوسری قسم شبہہ فعل ہے یعنی نفس صحبت میں حلت کا شبہ ہو۔ اس سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے بشرطیکہ زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اس کی بھی چند صورتیں ہیں۔

(۱) تین طلاقوں کی عدت والی عورت سے جماع کرنا۔ مطلقہ ثلاث کی گو حرمت قطعی ہے لیکن بعض احکام نکاح یعنی وجوب سکنیٰ، منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہ کے باقی رہنے کی وجہ سے حلت کا شبہہ ہو سکتا ہے۔

(۲) والدین کی یا اپنی بیوی کی یا اپنے آقا کی باندی سے جماع کرنا۔ اس میں اتصال املاک کی وجہ سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ لڑکے کو اپنے باپ کی باندی پر ولایت ہے جیسے کہ باپ کو بیٹے کی باندی پر ولایت ہے۔

(۳) مرتہن کا مرہونہ باندی کے ساتھ وطی کرنا اگر مرتہن یہ کہے کہ میں نے مرہونہ باندی کی حرمت جانتے ہوئے وطی کی ہے حد کو ساقط کر دیتا ہے اس وقت یہ مسئلہ شبہہ المحل کی فروع سے ہوگا

(۴) طلاق بعوض مال کی عدت والی یا مختلعہ عورت کے ساتھ وطی کرنا وغیرہ۔

ان سب صورتوں میں حد ساقط ہے بشرطیکہ وطی کنندہ اپنے گمان میں حلال جانتا ہو ورنہ حد لازم ہوگی۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد نبوی صلعم ہے کہ جتنا تم سے ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کیا کرو اگر اس بات کی ذرا بھی گنجائش ہو کہ ملزم سزا سے بچ جائے تو اسے بچ جانے دو۔ کیونکہ معاف کر دینے میں اگر حاکم سے غلطی سرزد ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں وہ غلطی کرے ۴۳

اسلامی سزائیں اگرچہ عبرتناک سزائیں ہیں لیکن ان سزاؤں کے اجراء میں احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے اجراء سزا میں شک سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ خود حضور علیہ السلام کا عمل اس پر دال ہے۔ حضرت ماعز اسلمی رضؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اعتراف زنا کیا۔ تو آپؐ نے حضرت ماعز رضؓ کو ٹالنے کی کوشش کی۔ لیکن جب حضرت ماعز رضؓ نے چار مرتبہ صریحاً اعتراف گناہ

کیا تو آپؐ نے فرمایا کیا تو پاگل ہے۔ عرض کیا نہیں کیا تو شادی شدہ ہے عرض کیا نہیں تب آپؐ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔[۲۴] ایک روایت میں ہے کہ اسکے اہل و عیال سے پوچھا کہ تم لوگ اس کی عقل میں کچھ فتور سمجھتے ہو تو انہوں نے کہا نہیں۔[۲۵] تو خود اندازہ لگائیے کہ اجرائے حدود میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا محتاط قدم اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ حد رجم میں سب سے پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام پھر دوسرے لوگ۔ ایسا ہی حضرت علیؓ سے روایت ہے ممکن ہے گواہ کبھی جھوٹی گواہی دینے پر جرأت کرتا ہے پھر اس کے قتل کا مرتکب ہونے سے ڈر کر گواہی سے پھر جاتا ہے۔ تو گویا گواہ سے شروع کرانے میں حد دور کرنے کا حیلہ نکلتا ہے۔ اگر گواہوں نے ابتداء کرنے سے انکار کیا تو حد ساقط ہوگئی کیونکہ یہ گواہی سے پھر جانے کی دلیل ہے۔ اسی طرح اگر گواہ مر گئے یا غائب ہوگئے تو بھی ظاہر روایت میں حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ حد مارے جانے کی شرط جاتی رہی۔[۲۶]

ابو داؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت ماعزؓ کو پتھر کی سخت چوٹ لگی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن عبداللہ بن انیس نے انہیں اونٹ کی ایک ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہوگئے۔ جب آپؐ کو بتلایا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ هلا ترکتموه لعله یتوب فیتوب الله علیه۔[۲۷] تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے۔ نیز جب تک مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اس کی پردہ پوشی کا حکم ہے لیکن جب قضیہ عدالت میں آجائے اور تحقیق و تفتیش کے بعد جرم ثابت ہو جائے تو حد کا نفاذ ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ماعز اسلمیؓ کے اقرار پر آنحضرت صلعم نے اُن کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا مگر حضرت ہزالؓ جنہوں نے حضرت ماعزؓ کو بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے اور اقرار جرم کا مشورہ دیا تھا ان سے فرمایا یا هزال لو سترته بردائك فكان خيراً لك[۲۸] ہزال اگر تم اس پر پردہ ڈال دیتے تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔

ایک طرف آنحضرتؐ کی شفقت کا یہ عالم کہ مشورہ دینے والے کو پردہ پوشی کا حکم فرماتے ہیں اور دوسری طرف حد کے نافذ کرنے میں کوئی رُو رعایت نہیں فرمائی جاتی۔ اسلام نے اجراءِ حد میں یہاں تک حکم دیا ہے کہ جس شخص پر زنا اس کے اپنے اقرار سے ثابت ہوا ہے اگر اس پر

حد جاری ہو رہی ہو تو وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے تو فوراً کوڑے مارنا یا رجم کرنا موقوف کر دیا جائے گا کیونکہ اس کے اقرار میں شبہہ پیدا ہو گیا ہے اور شبہہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔[49] یہی صورتِ حال بوجہ شبہہ پیدا ہو جانے کے حدِ سرقہ میں حد ساقط ہو جاتی ہے جو شی اصلاً مباح ہو امام ابو حنیفہؒ اس کی چوری میں حد ساقط فرماتے ہیں جیسے محفوظ شدہ پانی کی چوری، شکار شدہ جانور کی چوری۔ کیونکہ وہ اشیاء اصلاً مباح ہیں اور ان میں عام لوگوں کا اشتراک ہے۔ ان اشیاء کی اباحت اصلیہ اشتباہ پیدا کرتی ہے کہ یہ حفاظت میں لے لئے جانے کے بعد بھی مباح باقی رہیں۔ اور ان اشیاء میں عام لوگوں کے اشتراک سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ اشتراک حفاظت میں لئے جانے کے بعد باقی ہو۔ اس صورت میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک حد ساقط نہیں ہے کیونکہ یہ مال کے مباح الاصل ہونے کو اشتباہ نہیں قرار دیتے ہیں۔[50]

موجب حد سرقہ ہونے کے لئے مال مسروق میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے مال مسروق مال منقول ہو۔ شرعاً مال منقول ہو۔ مال محرز نہ ہو۔ مال بقدر نصاب ہو۔[51] ان میں سے ایک شرط نہ پائی گئی تو حد ساقط ہو جائے گی۔

حاکم کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ مال مسروق سارق کی شبہ مِلک سے خارج ہو۔ مثلاً مال مسروق ایسا مال غنیمت نہ ہو جس میں سارق کا بھی حصہ تھا یا مال بیت المال کا نہ ہو اس لئے کہ بیت المال میں سارق کا بھی حصہ ہے۔[52] حضرت علیؓ نے مال خمس میں چوری کرنے والے کے لئے قطع ید کا فیصلہ نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں اس کا بھی حصہ ہے۔[53] اسی طرح جبر کی صورت میں سارق کا فعل موجب حد نہیں متصور ہو گا۔[54]

بہر حال شریعت اسلامیہ کا عام قاعدہ ہے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ تاہم اس قاعدہ کا کلی اطلاق تعزیرات پر نہیں ہوتا۔ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں کہ علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ قاضی کو تو اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد کو دفع کرنے کے لئے راستے پیدا کرے۔[55] جدید قانون میں بھی شک کا فائدہ ملزم کو بطور استحقاق حاصل ہے۔ ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے نظائر اس اصول کو بطور قانون پیش کرتے ہیں۔

عدالت میں جرم قابلِ اجراء حد ثابت ہونے کے بعد حد کسی طرح ساقط نہیں ہوتی۔

بسبب شبہ حدود سے تو درگزر کیا جاسکتا ہے لیکن جرم ثابت ہونے کے بعد حد ساقط نہ ہوگی۔ قرآن کریم میں زانی غیر محصن کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر۔ ۵۶ ہر ایک کو دونوں میں سے سو درے مارو) اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ تعالیٰ کے حکم چلانے میں اگر تم یقین رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر۔

اس آیت کریمہ میں پوری صفائی اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ زانی پر حَد جاری کرنا اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہے اور جو لوگ دینِ خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں اور جنہیں محاسبہ آخرت پر ایمان ہے ان کا فرض ہے کہ حکم خداوندی کے نفاذ میں کسی رُو رعایت سے کام نہ لیں، اور مجرم کے حق میں شفقت کا ادنیٰ سے ادنیٰ داعیہ بھی ان کے دِل میں پیدا نہیں ہونا چاہیئے اور یہ ان کے ایمان کا عقلی تقاضا ہے۔۔۔

حدود اربعہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایک خاتون پر قطع یَد کی حَد جاری کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا تو بعض حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے محبوب بن محبوب حضرت اُسامہؓ کو سفارش کے لئے بھیجا کہ اس سے حَد معاف کر دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُسامہؓ کی گفتگو سے نہایت غضبناک ہوئے اور فرمایا أتشفع فی حد من حدود اللہ۔ کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حَد کے بارے میں سفارش کرتے ہو اور پھر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

انما ھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق منھم الشریف ترکوہ واذا سَرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لوان فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرقت لقطعت یدھا۔ ۵۷

تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ اگر ان میں بڑا آدمی چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور کوئی چھوٹے درجے کا آدمی چوری کرتا تو اس پر حَد جاری کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد صلعم بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

حضور علیہ السلام کے فرمان مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کے قانونِ سزا کے نفاذ

میں کسی قسم کی نرمی و مداہنت اور کسی قسم کی سفارش ناقابل برداشت اور موجب ہلاکت ہے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کا قائم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی زمین پر چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے[۵۸] نیز فرمان مبارک ہے جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے درمیان حائل ہو اس نے اللہ تعالیٰ سے ضد کی گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی۔[۵۹]

مجرم کو معاف کرنے کا حق حاکم کو بھی حاصل نہیں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چور لایا گیا اور آپؐ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہمیں تو یہ خیال نہ تھا کہ آپؐ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمائیں گے بلکہ ہمارا گمان تو یہ تھا کہ آپؐ اس کو معاف کر دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا اگر فاطمہؓ بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔[۶۰]

آپؐ کا واضح فرمان مبارک ہے کہ قریب و بعید سب پر حدود اللہ جاری کرو اور خبردار اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی حد جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہارے آڑے نہ آئے۔[۶۱] آپؐ نے اپنی اُمت کو ہدایت کے انداز میں فرمایا تم آپس میں اپنی حدود کو معاف و محو کر دیا کرو ہاں اگر جرم کی اطلاع محمدؐ تک پہنچ جائے گی اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد جاری کرنا واجب ہو گا۔[۶۲]

حد لگانے میں اعتدال کا حکم

کوڑے یا دُرے مارنے میں ایسی مار مارے جو متوسط درجے کی ہو اور کوڑے یا دُرے میں گرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ متوسط مار سے یہ مراد ہے کہ کوڑا اس قدر سخت نہ ہو جو زخم کر دے اور نہ زیادہ نرم ہو کیونکہ زخم سے ہلاکت پہ نوبت پہنچے گی اور زیادہ نرم سے مقصود حاصل نہ ہو گا۔[۶۳]

نیز حد کا اجراء متفرق اعضاء پہ ہونا چاہیئے کیونکہ ایک ہی عضو میں جمع کرنا موجب ہلاکت ہو سکتی ہے کیونکہ حد صرف زجر کے واسطے ہے اور تلف مقصود نہیں ہونا چاہیئے۔ خصوصاً سر چہرہ اور شرمگاہ پر دُرے نہ مارے جاویں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو ضربِ حد کا حکم دیا اس کو ارشاد فرمایا کہ چہرہ اور شرمگاہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ جگہیں چوٹ لگنے سے موجب ہلاکت بن سکتی ہیں[۶۴] حدود میں مردوں کو کھڑا کر کے اور عورتوں کو بٹھا کر حد ماری جائے[۶۵] حضرت علیؓ کا یہی

حکم تھا۔[۶۵] مجرم اگر مریض ہو تو صحت یاب ہونے تک انتظار کیا جائے۔ اسی طرح عورت حاملہ ہو تو ولادت کے بعد جب عورت نفاس سے فارغ ہو جائے تو پھر حد جاری کی جائے۔[۶۶] تفصیل گزر چکی ہے۔

حدودِ اسلامی اور اس کا نفاذ عین فطرت کے مطابق ہے

ہمیں اعتراف ہے کہ قرآن کریم اور سُنّت نبوی میں اجراء حدود میں سنگین سزائیں رکھی گئی ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی نظر ان سزاؤں کی سنگینی پر جاتی ہے اگر ان میں انسانیت کی کوئی رمق باقی ہے تو انہیں اس پر بھی نظر کرنی چاہیئے کہ جس فعل پہ یہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں وہ فعل کس قدر گھناؤنا اور کس قدر انسانیت سوز ہے۔ آج وہ لوگ جو اسلامی سزاؤں کو غیر مہذّب وحشیانہ اور ظالمانہ بتلا رہے ہیں اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں غیر مرد کے پاس دیکھ لیں تو یقیناً غیرت مند شخص دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ یہ انسانی فطرت ہے۔
تعجب ہے جب شریعت زانی مرد اور زانی عورت کی وہی سزا تجویز کرتی ہے تو لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس سزا کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہنے لگتے ہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے جبکہ اسلام نے سزا کے جاری کرنے میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم دیا۔ سخت سے سخت شرائط مقرر کیں اور شک کا فائدہ پہنچا کہ حد ساقط کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ جبکہ زنا ایک بڑا گھناؤنا جرم ہونے کے علاوہ پوری انسانیت کے لئے تباہی کا باعث ہے خاندانی شرافت اور نسب کے لئے باعث ذلت ہے تو پھر اسلام اگر زانی مرد اور زانی عورت (غیر شادی شدہ) کو سَو کوڑے مارنے اور شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کو رجم کرنے کی سزا صادر کرتا ہے تو کیا یہ عین فطرت نہیں تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد سے بچ جائے۔ غضب خدا کا کہ خود تو اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر قتل کرنے پر تُل جائیں۔ اور جب شریعت انتہائی واضح شہادتوں کے بعد وہی فیصلہ کرے تو وہ سزا انہیں وحشیانہ نظر آنے لگے۔[۶۷]

یہی حال چوری کا ہے ایسی حالت میں ایک چور سارے گھر کو لوٹ کر چلا جائے اور اسی اثنا میں مالک مکان اگر دیکھ لے اور اس کے ہاتھ میں اسلحہ بھی ہو تو کیا وہ اسے چھوڑ دے گا بلکہ فطرت کا

تقاضا ہے ایسی صورت میں یقیناً اس پر فائر کیا جائے گا اور نہیں تو کم از کم اس کے پاؤں میں گولی مار کر اسے بیکار کر دیا جائے گا۔ یہی کام جرم ثابت ہونے کے بعد شریعت صرف ہاتھ کاٹنے کی سزا دے تو اسے وحشیانہ سزا قرار دیا جاتا ہے۔ یہی صورت حال حد قذف میں ہے اگر کوئی شخص کسی کی پاکدامن بیٹی پر زنا کی تہمت لگا دے تو کیا ایک غیرت مند آدمی اپنی بیٹی کی عصمت اور عفت کو داؤ پر لگا کر اس کی زندگی کو تلف کرے گا یا پھر پاکدامن بیٹی کا بدلہ چکانے کے لئے تہمت لگانے والے کا کام تمام کر گیا۔ فطرت کا تقاضا ہے ایسا آدمی کبھی قابل معافی نہیں تو پھر یہی جرم ثابت ہونے کے بعد اسلام تہمت لگانے والے پر اسی دُرّے لگانے کا حکم صادر کرتا ہے تو کیا یہ وحشیانہ سزا ہے شریعت نے جس طرح کسی انسانی جان اور اس کے مال کو قابل احترام قرار دیا ہے اسی طرح عزت نفس کی بھی رعایت رکھی گئی ہے لہٰذا شریعت جس طرح زنا کو گناہ کبیرہ قرار دیتی ہے اسی طرح اس کے نزدیک زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ یہی صورت حال شرب خمر کی حد میں ہے جس سے پورے معاشرے کا بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں انسان جب نشے میں ہوتا ہے تو اول فول بکنے لگتا ہے۔ اول فول بکتے وقت عموماً وہ تہمتیں لگاتا ہے لہٰذا شراب نوشی کی حد بھی وہی ہونی چاہیئے جو حد قذف کی ہے جب صحابہ کرام اس بات پر متفق ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے تمام ممالک محروسہ میں یہ حکم نامہ لکھ کر بھیج دیا کہ شراب نوشی کی حد اسّی کوڑے ہیں۔ اسی روایت کی بنیاد پر امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ شراب خوری کی حد اسّی کوڑے ہیں اور اسی پر پوری امت کا اجماع ہے ہز ۶۸ چنانچہ اسلامی سزائیں عین فطرت کے مطابق ہیں لیکن حقیقت میں جرم کی سختی اور اس کے ضرر کے مقابلہ میں وہ سخت نہیں ہیں۔ جو لوگ انسانی حقوق کے نام پر اس فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں وہ ممسوخ الفطرت انسانی فطرت کے خلاف آمادہ جنگ ہیں اور ان کے بارے میں یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

ے نیستند آدم خلافِ آدم اند۔ ایں بہائم در غلاف آدم اند

حوالہ جات

۱۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی ۔ حاشیہ تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۴۶۴ سورۃ النور: ۳

۲۔ شاہ ولی اللہ ۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۵۸ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۷۵ء

۳۔ ابن منظور افریقی ۔ لسان العرب ج ۳ ص ۱۴۰ بیروت ۱۹۵۵ء

۴۔ القرآن: سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۷

۵۔ المعلم بستانی ۔ محیط المحیط ج ۱ ص ۳۵۸ بیروت ۱۸۷۰ء

۶۔ الزبیدی ۔ تاج العروس ج ۲ ص ۲۳۱ بیروت ۱۸۶۶ء

۷۔ محمد ابوالحسن ۔ تنظیم الاشتات ج ۴ ص ۵۲ مکتبہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ لاہور

۸۔ علامہ محمد قطب الدین ۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۵۹۰ جدید شرح مشکوٰۃ ۔ دارالاشاعت کراچی ۔

۹۔ تنظیم الاشتات ۔ ج ۴ ص ۵۲

۱۰۔ علامہ سید امیر علی ۔ عین الہدایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۴۴ قانونی کتب خانہ لاہور

۱۱۔ پی ۔ ایل ۔ ڈی ۔ ۱۹۸۳ء فیڈرل شریعت کورٹ ص ۳۹۸

۱۲۔ عبدالرحمٰن الجزیری ۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ۵ ۔ ص ۷

۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ۔ اسلامی قوانین ص ۶۱ - ۶۲

۱۳۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۴۹

۱۴۔ علامہ السرخسی ۔ المبسوط ج ۹ ص ۳۶

۔ علامہ الشوکانی ۔ نیل الاوطار ج ۷ ص ۹۳

۔ علامہ علاؤالدین کاسانی ۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۱۳

۱۵۔ علامہ نجم الدین جعفر الحلی ۔ شرائع الاسلام کتاب الحدود

۱۶۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ۔ جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ ص ۱۰۶

۔ مطبوعات حرمت بینک روڈ راولپنڈی

۱۷۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ۔ اسلامی قوانین ص ۶۴

۱۸- علامہ فرید وجدی - دائرۃ المعارف القرآن العشرین ج ۳ - ص ۲۷۸ طبع مصر
۱۹- احمد بن علی بن حجر عسقلانی - فتح الباری شرح البخاری - ج ۱۵ ص ۶۱
- دالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان -
۲۰- عبدالعزیز عامر - التعزیر الشرعیۃ الاسلامیۃ ص ۱۳ - طبع قاہرہ ۱۳۲۸ھ
۲۱- تنظیم الاشتات - ج ۴ ص ۵۹
۲۲- القرآن سورۃ النور آیت نمبر ۲
۲۳- صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۰۰۹ ج ۲ - طبع دہلی ۱۳۲۵ھ
۲۴- امام مالک مترجم وحید الزمان - موطا امام مالک - اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
- ص ۵۹۶ - ۹۷ کتاب الحدود حدیث نمبر ۴-۵
۲۵- سید امیر علی عین الہدایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۴۶
۲۶- القرآن - سورۃ النور آیت نمبر ۴
۲۷- القرآن - سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۸
۲۸- القرآن - سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۴
۲۹- ابن حجر عسقلانی - فتح الباری ج ۱۵ ص ۱۱۹
- قسطلانی - ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۲ طبع مصر ۱۳۲۷ھ
۳۰- عین الہدایہ - ج ۲ ص ۴۷۳ - ۴۷۴
۳۱- مفتی محمد شفیع - معارف القرآن - ج ۶ ص ۳۴۸ - ادارۃ المعارف کراچی
۳۲- بخاری ج ۲ حدیث نمبر ۱۰۰۷ طبع دہلی ۱۳۲۵ھ
۳۳- مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۶۱۴
۳۴- تنظیم الاشتات ج ۴ ص ۵۸
۳۵- ابو داؤد سلیمان السجستانی - سنن ابو داؤد - ج ۴ ص ۲۰۵ - طبع مصر ۱۹۵۱ء
۳۶- مظاہر حق ج ۳ ص ۶۰۹
۳۷- ایضاً ج ۳ ص ۶۰۹

۳۸۔ جسٹس سر عبدالرحیم سابق جج ہائی کورٹ۔ اصول فقہ اسلام ص ۴۰۳ - ۴۰۴۔ طبع جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن)

۳۹۔ ابوعیسٰی ترمذی۔ جامع الترمذی۔ حدیث نمبر ۲۲۴ کتاب الحدود طبع نور محمد کراچی۔

۴۰۔ ابن رشد۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج ۲ ص ۴۲۴۔ مکتبہ علمیہ لاہور۔

— شرح فتح القدیر ابن ہمام ج ۴ ص ۱۴۷۔ المکتبہ نوریہ الرضویہ سکھر

۴۱۔ محمد حنیف گنگوہی۔ معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۱۱۔ مکتبہ اشرفیہ لاہور۔

۴۲۔ معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۱۲

۴۳۔ مولانا سید محمد متین ہاشمی دیال سنگھ لائبریری لاہور۔ اسلامی حدود ص ۱۸

۴۴۔ صحیح البخاری ج ۲ حدیث نمبر ۱۰۰۷ طبع دہلی ۱۳۲۵ھ

۴۵۔ عین الھدایہ ج ۲ ص ۴۴۴۔

۴۶۔ عین الھدایہ ج ۲ ص ۴۴۶ - ۴۴۷

۴۷۔ ابوداؤد سجستانی "سنن ابوداؤد" ج ۴ ص ۲۰۵ طبع مصر ۱۹۵۱ء

۴۸۔ شیخ ولی الدین التبریزی۔ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب الحدود۔

— ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۲۴۵ - موطا امام مالک ص ۵۹۶

۴۹۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۱ - التشریع الجنائی ج ۲ ص ۴۳۸

— عین الھدایہ ج ۲ ص ۴۴۵

۵۰۔ شرح فتح القدیر ج ۴ ص ۳۲۷ - ابن قدامہ۔ المغنی ج ۱۰ ص ۲۴۷

۵۱۔ التشریع الجنائی ج ۲ ص ۵۴۳

۵۲۔ اسلامی حدود ص ۱۳۵

۵۳۔ اسلامی حدود ص ۱۳۵

۵۴۔ عبدالرحمٰن الجزیری۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۱۵۵

۵۵۔ دائرۃ المعارف القرآن العشرین ج ۳ ص ۳۷۸ طبع مصر ۱۹۶۷ء

۵۶۔ القرآن سورۃ النور آیت نمبر ۲

۵۷۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۶۳۰

۵۸۔ ابن ماجہ ص ۱۸۲۔ مشکوٰۃ ص ۳۱۳

۵۹۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۶۲۰

۶۰۔ ایضاً ج ۳ ص ۶۲۸

۶۱۔ ایضاً ج ۳ ص ۶۲۰

۶۲۔ ایضاً ج ۳ ص ۶۱۱

۶۳۔ الشوکانی محمد بن علی۔ نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۸۔ عین الهدایہ ج ۲ ص ۷۴۴

۶۴۔ ابن نجیم۔ البحر الرائق ج ۵ ص ۹ طبع مصر

۶۵۔ ابن نجیم۔ البحر الرائق ج ۵ ص ۹ طبع مصر

۶۶۔ ابن نجیم۔ البحر الرائق ج ۵ ص ۱۱ طبع مصر

۶۷۔ اسلامی حدود ص ۱۶

۶۸۔ ابن قدامہ۔ المغنی ج ۱۰ ص ۳۲۶ طبع مصر۔